ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

انیسوی صدی کے چند اہم سفر ناموں میں تہذیب و معاشرت کی عکاسی

DEPICTION OF CULTURE AND SOCIETY IN SELECTED IMPORTANT TRAVELOGUES OF THE 19TH CENTURY

ڈاکٹر قمر عباس

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ گریجویٹ کالج، بھکر

Email: itinformations@gmail.com

دعا قمر

ایم فل سکالر، شعبہ اُردو، قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، ڈیرہ اسمٰعیل خان

Email: duaqamarbkr@gmail.com

Dr. Qamar Abbas

Associate Professor, Department of Urdu, Govt. Graduate College, Bhakkar

Email: itinformations@gmail.com

Dua Qamar

M.Phil Scholar, Department of Urdu, Qurtuba University, Dera Ismail Khan

Email: duaqamarbkr@gmail.com

Abstract:

The 19th century holds significant importance in the context of Urdu travelogue writing. This era marked the beginning of Urdu travel literature with Yusuf Khan Kambalposh's travelogue "Ajaibaat-e-Farang." Following this, a large number of travelogues were written. During that period, travel facilities were limited, and most international journeys were made by sea. People had very little knowledge about the world, and travel writers played a crucial role in bringing this information to readers. A key feature of these travelogues is the sense of wonder and curiosity, and they adopted an informative style. The travel writers provided detailed descriptions of the culture and society of the regions they visited. Important travel writers of this era, including Yusuf Khan Kambalposh, Sir Syed Ahmed Khan, Maulana Muhammad Hussain Azad, Maulana Shibli Nomani, and Maulana Hakim Syed Abdul Hai, have been reviewed in this study for their depiction of culture and society in their travelogues.

Keywords: Important Travelogues, Urdu Safarnama, Urdu Travelogue, Urdu Adab, Travelogue, Literature, 19th Century,

اُردو سفر نامہ نگاری کا باقاعدہ آغاز یوسف خان کمبل پوش کے سفر نامے "عجائباتِ فرنگ" سے کیا جاتا ہے جو پہلی بار دہلی سے 1847 میں شائع ہوا تھا، جب ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت تھی۔ دہلی کی بادشاہت برائے نام رہ گئی تھی اور آخری سانسیں لے رہی تھی۔ جدید تہذیب کی چکاچوند یہاں پہنچ چکی تھی۔ یہ تہذیب ہندوستانیوں کے لیے نئی بھی تھی اور اجنبی بھی۔ اس کے بارے میں دو قسم کے رویے وجود میں آئے۔ ایک تو تہذیبِ نو کا مکمل بائیکاٹ کرنے کا رویہ جس کے تحت ہندوستانیوں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

اور خاص طور پر مسلمانوں نے شدید ردِ عمل ظاہر کیا۔ جبکہ دوسرا رویہ اس تہذیب کو جاننے اور اس کو اپنانے کا۔ مغربی تہذیب اپنے پنجے گاڑ چکی تھی۔ کئی ہندوستانیوں نے اس کو مزید گہرائی سے دیکھنے کا ارادہ کیا۔ وہ اپنے موجودہ آقاؤں کے دیس کے بارے میں بھی تجسس رکھتے تھے اور یہی تجسس اُنہیں یورپ کی طرف کھینچ کر لے گیا۔ خاص طور پر برطانیہ کو دیکھنے کا شوق دلوں میں پیدا ہوا اور کئی ہندوستانیوں نے وہاں کا رُخ کیا۔ زیادہ تر کا مقصد سیر و سیاحت تھا۔ کچھ درد مند دل رکھنے والے اس غرض سے گئے کہ وہاں کے نظام کا مشاہدہ کر کے اپنی قوم کی ترقی کی کچھ تدبیر کر سکیں۔ بعض لوگوں نے سرکاری امور کے حوالے سے بھی سفر کیا۔ مقصد جو بھی ہو، یورپ کی دنیا اُن کے لیے ایک نئی دنیا تھی۔ انہوں نے وہاں ہر چیز کو حیرت کی نظر سے دیکھا اور پھر ان مسافرانِ یورپ میں سے کئی نے اپنے مشاہدات و تاثرات کو سفر ناموں کی صورت میں قلمبند کر دیا۔ ان سفر ناموں کو پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ سفر نامہ نگار اُس نئی دنیا کے عجیب و غریب مشاہدات کو ہندوستانی قارئین کو بتانے کے لیے بے تاب ہیں اور یہی بے تابی اُن کے سفر ناموں میں بھی نظر آتی ہے۔ ان میں سے اکثر نے یورپی لوگوں کے طرزِ زندگی کو تعریفی نگاہوں سے دیکھا ہے ساتھ ہی زندگی کے بعض معیوب پہلوؤں پر تنقید بھی کی ہے۔

انیسویں صدی کے دورانیہ میں یورپ اور دیگر ممالک کے بہت سے سفر نامے لکھے گئے۔ ان میں سے کچھ سفر نامے ایسے بھی تھے جو ہندوستان کے مختلف علاقوں کی داستانِ سفر پر مشتمل تھے یا یہ کہ سفر نامہ نگار جب کسی دوسرے ملک جانے لگتے تو اپنے ملک سے گزرتے ہوئے وہاں کے حالات بھی تحریر کر جاتے۔ پھر یہ کہ وہ جب بیرونی دنیا کے حالات بیان کرتے تو بھی اکثر اپنے ملک کا ذکر ضرور کرتے اور وہاں کا یہاں کی زندگی سے موازنہ کرتے۔ ان سفر ناموں میں جو رجحان نظر آتا ہے وہ معلومات کی فراہمی کا رجحان ہے۔ سفر نامہ نگار زیرِ سفر علاقوں کی معلومات فراہم کرتے ہیں تاکہ نئی دنیاؤں کے بارے میں قارئین کو آگاہ کر سکیں جن تک ان کی رسائی نہیں ہوئی۔ خاص طور پر وہاں کی تہذیب و معاشرت کے بارے میں معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ کیونکہ مشرق اور مغرب کی تہذیب میں بے انتہا فرق ہے اور یہی فرق سفر نامہ نگاروں کو اور ان کے سفر ناموں کے ذریعے قارئین کو حیران کر دیتا ہے۔

انیسویں صدی میں لکھے گئے سفر ناموں کی تعداد کافی زیادہ ہے اور ہم ان میں سے کسی کو بھی غیر اہم نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ایک تو یہ سفر نامے اُردو سفر نامہ نگاری کی بنیادیں استوار کر رہے تھے، دوسرے ہر ایک نے اپنے اپنے انداز میں دنیا بھر کے بارے میں معلومات فراہم کیں اور ایک اہم ترین صنفِ ادب کے فروغ کا باعث بنے۔ یہاں پر ان میں سے پانچ سفر ناموں کے بارے میں آگاہی دی جا رہی ہے جو اپنی نوعیت کے اہم سفر نامے ہیں اور خاص طور پر زیرِ سفر علاقوں کی تہذیب و معاشرت کو ان میں بھرپور انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

یوسف خان کمبل پوش کا سفر نامہ "عجائباتِ فرنگ" جو تاریخِ یوسفی کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، اُردو کا پہلا سفر نامہ شمار ہوتا ہے۔ یہ سفر نامہ 1847 کو شائع ہوا۔ یوسف خان کمبل پوش نے 30 مارچ 1847 کو یورپ کا سفر اختیار کیا۔ وہاں پر انہوں نے فرانس، انگلستان اور یورپ کے دیگر ممالک کی سیر و سیاحت کی۔ واپسی پر مصر پہنچے اور اس کے بعد اپنے وطن واپس آئے۔ ان کا یہ سفر تقریباً نو مہینے کا تھا۔ جیسا کہ اس سفر نامے کے نام سے ہی ظاہر ہے انہوں نے وہاں کی ہر چیز کو ایک عجوبے کی طرح دیکھا۔ جس چیز کو دیکھتے، وہ نئی، انوکھی اور نرالی ہوتی اور اُن کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتیں۔

> "مسافر جب وہاں پہنچتا ہے، ایک شخص سفید پوش دروازے تک آتا ہے۔ بڑی عزت اور تکلف سے دو منزلے مکان بلند لے جاتا ہے۔ شیشہ آلات در و دیوار میں لگے، کوچ مخملی بچھونوں کے ہر چار طرف بچھی۔ ہوا کھڑکیوں کی راہ سے جو آتی ہے مانندِ نسیم بہشت روح میں قوت دیتی ہے۔ مکھی مچھر کا ہر گز اُس میں نام و نشان نہیں۔ نیچے کے مکان میں میزوں پر ہر طرح کے کھانے چُنے ہوئے بصد تزئین۔ مسافر کو جس کھانے کی تمنا ہے میز پر مہیا ہے۔"(1)

جیسا کہ اس زمانے میں سفر بحری راستے کے ذریعے کیے جاتے تھے، یوسف خان کمبل پوش نے بھی یہ طویل سفر سمندر کے ذریعے ہی کیا۔ بحری سفر کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ اس کا دورانیہ کئی مہینوں پر محیط ہوتا ہے۔ مسافروں کو ایک دوسرے کے ساتھ رہنے اور ملنے جلنے کا بھرپور موقع ملتا ہے۔ اس لیے ایسے سفر ناموں میں سفر کے راستے کے حالات، بحری جہاز کی زندگی، وہاں پر تفریح کے مواقع، کھانا پینا، سب کچھ کی مکمل تفصیل موجود ہوتی ہے۔ بحری سفر میں مسائل بھی بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ طرح طرح کی بیماریاں، طوفان، مشکلات کا مسافر کو سامنا رہتا ہے۔ ایسے کٹھن حالات میں وہاں پر مسافر عجیب حالات سے گزر رہے ہوتے ہیں۔ یوسف خان کمبل پوش نے اپنے سفر نامے میں بحری جہاز کی زندگی اور اس کی مشکلات پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

"ایک عجیب تماشااور کیفیت نظر آئی۔ ہزاروں کچھوے لہراتے ہوئے پانی پر پھرتے۔ کپتان صاحب نے جہازیوں کو حکم دیا کہ کشتی پر سوار ہو کر ان کا شکار کرو۔۔۔ دو تین گھڑی خوب شکار کیا۔ اتنے عرصے میں دو دو من کے چوبیس عدد کچھوؤں کو پکڑا۔۔۔ کپتان صاحب نے ہڈی چمڑے سے گوشت اُن کا صاف کروا کر لوگوں کو بانٹ دیا۔۔۔ اور لوگوں نے دو تین دن تک کباب اور شوربا اس کا بڑے مزے سے کھایا۔"(2)

بحری سفر کی ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ جہاز کئی مقامات پر وقفہ کرتا ہے اور یہ وقفہ کئی کئی دن کا ہوتا ہے۔ اس وقفے کے دوران میں مسافران علاقوں کی سیر کرتے ہیں اور وہاں کی تہذیب و معاشرت اور طرزِ زندگی کا مشاہدہ کرنے کا انہیں موقع ملتا ہے۔ یوسف خان کمبل پوش بھی جس علاقے میں جہاز ٹھہرتا، اُس کو دیکھنے نکل پڑتے۔ ہر علاقے کے رہن سہن، تہذیب و معاشرت جدا تھی۔ مسلم ممالک سے گزرتے ہوئے انہیں مانوسیت کے مظاہر ملے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ دور دیس میں اختلاف کی مثالیں بھی بہت زیادہ موجود ہوتی ہیں۔ جہاں انہوں نے نئی چیز دیکھی اُس کو ضرور بیان کر دیا۔ لیکن جب وہ یورپین بندرگاہوں سے گزرے اور وہاں کے علاقوں کا حال دیکھا تو اپنے ہاں سے بالکل مختلف تھا۔ وہاں کے نظاروں کو پھٹی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے گزرے۔ وہاں کے لوگوں کے طرزِ زندگی، اخلاقیات، معاشی حیثیت جس چیز پر وہ نظر ڈالتے حیران رہ جاتے اور یہی حیرانی اُن کے سفر نامے میں ہر مقام پر نظر آتی ہے۔

"قلم کو کیا طاقت کہ وصف وہاں کا لکھے۔ زبان کو کیا مجال کہ خوبیاں اوس جا کی بیان کرے۔ صاحبانِ انگریز نے جابجا مکان نفیس معہ پائیں باغ بنوائے ہیں۔ روز و شب اس میں آسائش سے رہا کرتے ہیں۔ راہ میں بینے اون لوگوں کو دیکھا کہ کوئی بانسری بجاتا ہے، کوئی شراب پیتے ہوئے پانی کی لہروں کی سیر دیکھتا ہے۔ ان باتوں کو دیکھ کر میرا دل لہرایا، کاشکے کوئی ایسا سبب ہوتا کہ میں بھی ساری عمر آرام سے یہاں رہتا اور زمانے سے سروکار نہ رکھتا۔"(3)

وہ لوگوں کی اخلاقیات سے بہت زیادہ متاثر نظر آتے ہیں۔ ہر طرف ایک سلجھا ہوا ماحول اُن کو حیران کرتا ہے۔ اُن کا رکھ رکھاؤ، اُن کی تہذیب و شائستگی، اُن کا اندازِ تکلم، اُن کی نشست و برخواست، سب کچھ اُن کے لیے نیا ہے جو کبھی دیکھا نہ سنا۔ وہ ہر لمحہ ان کی تعریف کرتے نظر آتے ہیں۔ البتہ ایک قلق جو ان کے ہاں ملتا ہے وہ یہ کہ اپنے علاقے کے لوگ ایسے کیوں نہیں ہیں۔ وہاں کے اور اُن کے علاقے کے آداب و معاشرت میں واضح فرق ہے۔ یوسف خان کمبل پوش کو یورپی علاقوں کے لوگ بدرجہا بہتر معلوم ہوئے جس کا انہوں نے ذکر کیا۔ ساتھ ساتھ وہ ان کا اپنے علاقے سے تقابل کرتے جاتے ہیں۔ اس تقابل کے ذریعے ایک تو وہ رویوں کے اختلاف کو واضح کرتے ہیں، دوسرا دکھاتے ہیں کہ یہ لوگ کس قدر سلجھے ہوئے اور باادب ہیں اور پھر اس کے ساتھ ہی ہر جگہ ان کے دل میں یہ حسرت بھی نمایاں ہوتی ہے کہ کاش اُن کے ہاں بھی یہی رویے اور یہی اخلاقیات پیدا ہو اور ان کے لوگ بھی آدابِ معاشرت یہاں سے سیکھیں۔ ان چیزوں کو اپنے قارئین تک پہنچانے کا اُن کا مقصد اپنے لوگوں کی تربیت بھی نظر آتا ہے۔

"عجیب شہر ہے، لڑکوں کنواروں خوبصورتوں کو دیکھا کہ اوستاد کے سامنے بڑے امتیاز سے بیٹھے پڑھ رہے ہیں۔ خورد و بزرگ سے حسبِ مراتب ادب سے پیش آتے ہیں۔ میں حیران ہوا کہ ہمارے وطن کے لڑکے اس سن میں نشست و برخواست کی تمیز نہیں رکھتے۔ یہ کیا شے ہیں جو اس صغر سن میں باوجود حسن و جمال کے دانائی میں بڈھوں سے سبقت لے گئے ہیں۔"(4)

جب بھی مسافر لندن پہنچتے ہیں تو یہ شہر اُن کے لیے حیرت کے نئے در وا کر دیتا ہے۔ یوسف خان کمبل پوش کے لیے یورپ کا ہر علاقہ انوکھا تھا لیکن لندن کا انوکھا پن تو ایسا تھا کہ عقل تسلیم نہ کرے۔ وہ وہاں کے لوگوں کی خوبصورتی اور حسن و جمال کے گرویدہ ہو گئے۔ اُن کے معیارِ زندگی نے اُن کو دیوانہ بنا لیا۔ وہ ہر طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں لیکن ساتھ ہی اُن کی تعریف بھی کرتے ہیں اور تعریف کے لمحات میں وہ ذرا برابر بھی کنجوسی سے کام نہیں لیتے۔ خاص طور پر وہ اُن کے عیش و عشرت کے مواقع کو دیکھ کر واہ واہ کر اُٹھتے ہیں۔ ہر طرف شراب و کباب کی کثرت نظر آتی ہے۔ وہ لوگ فرصت کے اوقات میں سیرِ دریا کو نکل جاتے ہیں، شراب پیتے ہیں، نہاتے ہیں، رات کو چراغاں کرتے ہی، رقص و سرود کی محفلیں سجتی ہیں، طرح طرح کے کھانے کھائے جاتے ہیں۔ یورپی تہذیب لندن میں عروج پر نظر آتی ہے اور اس کی جھلکیاں جابجا بکھری پڑی ہیں۔ وہ اس سب کا مشاہدہ کرتے جاتے ہیں اور اپنے سفر نامے میں قارئین کے لیے پیش کرتے جاتے ہیں۔

"خانہ لندن میں آیا یاراہ بھول کر پرستان میں آنکلا۔ جب وہاں جاکر پہونچا دیکھا کہ صاحبانِ انگریز جابجا بیٹھے اپنے اپنے کام میں مشغول تھے۔ کوئی اپنے یار کے ساتھ شراب پیتا، کوئی اچھی آواز سے گاتا، کوئی در و دیوار دیکھتا، کوئی سیر کتابوں کی کرتا۔ ہر جگہ کرسی اور میز شیشہ آلات رکھے۔ انداز اور سامان وہاں کے سب اچھے۔"(5)

یوسف خان کمبل پوش نے لندن کی جی بھر کر سیر کی۔ وہاں کے تفریحی مقامات پر گئے اور ان کی تفصیل ساتھ ساتھ درج کی، وہاں کے عجائب خانوں کی سیر کی تو وہاں عجائبات کو دیکھ کر مبہوت رہ گئے۔ ان کے بیان میں ایک ایک لفظ سے حیرت ٹپکتی ہوئی نظر آتی ہے۔ وہاں کے عبادت خانوں میں گئے تو اُن کی عبادت کا انداز انہیں بہت ہی اچھا لگا اور اس کے ساتھ ہی وہاں پر لوگوں کا حسنِ اخلاق دل کو بھایا کہ وہ بلا تفریقِ مذہب ہر ایک کے ساتھ حسنِ سلوک کے ساتھ پیش آتے اور کوئی تفریق روا نہیں رکھتے۔

"لندن عجب شہر ہے۔ جدھر دیکھیے کیا دریا کیا صحرا کیا شہر، ہر جا پریاں بیٹھی اختلاط کر رہی ہیں۔ دل عاشقوں کا پھُسلاتی ہیں۔ جو کوئی زندگی میں بہشت دیکھا چاہے، اپنے تیئں اوس شہر میں پہونچاوے اور مزہ زندگی کا پاوے۔"(6)

یوسف خان کمبل پوش یورپ کے جس ملک میں بھی جاتے ہیں وہاں پر انہیں یورپی تہذیب اپنی طرف راغب کرتی ہے۔ تمام یورپی ممالک میں ایک ہی تہذیب کی جھلکیاں نمایاں نظر آتی ہیں۔ فرانس میں جاکر بھی انہوں نے وہی مظاہر دیکھے جو لندن میں دیکھ چکے تھے۔ یہاں بھی خاص طور پر عیش و عشرت اور رقص و سرود کی محفلیں نمایاں نظر آئیں۔ وہ ان چیزوں کی داد بھی دیتے ہیں اور تعریف کرتے ہیں لیکن ساتھ ساتھ ان پر تنقیدی نگاہ بھی ڈالتے ہیں۔ وہ مختلف رقص گاہوں میں جاکر اُن کی بے حیائی کا مشاہدہ کرتے ہیں، اُن کی کم لباسی کو دیکھتے ہیں اور اُن کے حیاسوز مناظر دیکھتے ہیں تو یہ چیز انہیں اچھی نہیں لگتی اور اس کا اظہار اپنے سفر نامے میں کرتے ہیں۔ شراب نوشی کی کثرت بعض اوقات انہیں عجیب لگتی ہے۔ فرانس میں گئے تو وہاں کے تمام قابلِ دید مقامات کو دیکھا اور ان کی مکمل تفصیل اپنے سفر نامے میں درج کی۔ یہ اُن کا طریقہ ہے کہ وہ ہر قسم کے مقامات کی سیر کرتے ہیں، وہاں کے لوگوں کو خصوصی طور پر دیکھتے ہیں، اُن کے طرزِ زندگی اور اندازِ معاشرت کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ یورپی لوگوں کی اخلاقیات کو وہ سراہتے ہیں۔ وہ یورپ میں عیش و عشرت کے اسباب کا بغور جائزہ لیتے ہیں۔ ان اسباب کی فراوانی کو حیرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ وہاں پر موجود قیمتی سامان، خوبصورت آرائشی چیزیں، اُن کا طرزِ تعمیر اور پھر وہاں پر رہنے والوں کی خوبصورتی اور پر تعیش زندگی اُن کے لیے کشش رکھتی ہے۔ وہ وارفتگی کے عالم میں سب کچھ دیکھتے جاتے ہیں اور آگے بڑھتے جاتے ہیں۔

"کپتان لارڈ صاحب نے میری دعوت کی۔ نہایت مہربانی میرے حال پر فرمائی۔ از راہِ عنایت مکان ڈوک کا تماشا دکھانے اپنے ساتھ لے گئے۔ عمارت رفیع الشان، نقش و نگارِ بے پایاں نظر آئے۔ کمرے اوس کے بہت بڑے تھے۔ دروازے اوس کے مکانِ بادشاہی سے زیادہ اونچے۔ آتش خانے سنگِ مرمر کے ترشے عجیب و غریب بنے تھے۔ میں نے باوجود سیاحت کے ویسے کہیں نہیں دیکھے۔"(7)

سر سید احمد خان نے لندن کا سفر اختیار کیا۔ اس سفر کی ابتدا اپریل 1869 کو ہوئی۔ سر سید احمد خان ایک قومی درد رکھنے والے مسلمان لیڈر تھے۔ انہوں نے اپنی قوم کو اُس وقت سنبھالنے کی فکر کی جب وہ خود بھی اپنی تباہی کے درپے ہو چکی تھی۔ وہ مسلمان قوم کو تباہ ہوتا نہیں دیکھ سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اُن کی فلاح کے لیے مختلف اقدامات کیے۔ ایک تو انہوں نے کوشش کی کہ انگریز قوم کے دل سے مسلمانوں کے لیے بغض و عناد کو ختم کریں۔ چنانچہ انہوں نے عملی کوششیں کیں۔ انگریزوں سے ملاقاتیں کیں۔ اس کے علاوہ مختلف مضامین اور رسالے لکھے۔ "اسبابِ بغاوتِ ہند" کی تصنیف کے ذریعے شکوک و شبہات کو دور کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود وہ چاہتے تھے کہ مسلمان اپنے طرزِ زندگی کو بہتر کریں اور جدید دور کے تقاضوں کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے انہوں نے یورپ کا سفر اختیار کیا تاکہ وہاں کے طرزِ زندگی کا مطالعہ کر کے مسلمانوں کی رہنمائی کر سکیں۔

"اہلِ یورپ کی تہذیب، اُن کے تمدن اور اُن کی معاشرت کا گہری نظر سے مطالعہ کرنا اور اُسے اپنے ملک میں رائج کرنا، اُس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک سر سید خود وہاں جاکر اہلِ فرنگ کے طور طریقے اور اُن کی عادات وغیرہ سے واقف نہ ہوتے۔"(8)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

اُس دور میں سفر انتہائی سست رفتار سے ہوتا تھا۔ جدید سہولیات موجود نہیں تھیں۔ بیل گاڑیوں اور گھوڑا گاڑیوں کے ذریعے راستے طے ہوتے۔ چنانچہ سر سید احمد خان ہندوستان کے مختلف شہروں سے ہوتے ہوئے بمبئی پہنچے۔ ہر علاقے کے بارے میں انہوں نے معلومات فراہم کیں ہیں۔ شہروں کی معاشرتی زندگی اور اُن کے رہن سہن کے حوالے سے بات کی ہے۔ سڑکوں کا اور راستوں کا ذکر کیا ہے۔ سفر کی مشکلات کو بیان کیا ہے۔ پھر جس شہر سے وہ گزرتے ہی اس کی مجموعی صورت حال اور معاشی حیثیت کے بارے میں بھی اظہارِ خیال کیا ہے۔ جب وہ بمبئی پہنچتے ہیں تو اس شہر کے بارے میں اور اس کے طرزِ زندگی کے بارے میں تفصیلاً بیان کرتے ہیں۔ وہاں کی بندرگاہ کی معلومات فراہم کرتے ہیں۔

> "بمبئی نہایت عمدہ اور نفیس شہر ہے۔ نہایت بڑی تجارت گاہ ہے۔ کوئی بات بھی اس میں ہندوستانی شہر کی نہیں ہے۔ بالکل ایک انگریزی شہر معلوم ہوتا ہے۔ تصویروں میں جو انگریزی شہروں اور بازاروں کے نقشے دیکھے ہیں، ہو بہو اسی وضع اور اسی قطع کا شہر ہے۔ صفائی بھی اچھی ہے، الا کلکتے میں جس طرف انگریز رہتے ہیں اس کی بہ نسبت کسی قدر صفائی میں کم ہے۔"(9)

سر سید احمد خان نے بمبئی شہر کی مکمل تفصیل بیان کی ہے۔ وہاں کی مسجد، وہاں کے بازار، وہاں کے لوگ، سب کے بارے میں تفصیل کے ساتھ لکھتے ہیں۔ ان کے سفر نامے کا مجموعی انداز یہی ہے کہ جس جگہ جاتے ہیں وہاں کی جزیات کو تفصیلاً بیان کرتے جاتے ہیں۔ یہ سفر کیونکہ بحری جہاز کے ذریعے تھا اور ایک طویل سفر کے ذریعے وہ مختلف بندرگاہوں پر رکتے ہوئے اپنی منزل کی طرف بڑھتے رہے۔ چنانچہ بحری جہاز کی مکمل تفصیلات کو بیان کیا ہے۔ وہ جہاز کی مکمل تصویر کشی کرتے ہیں وہاں کے انتظامات کا نقشہ کھینچتے ہیں۔ درجہ اول اور درجہ دوم میں فرق اور سفری سہولیات کی تفصیل بتاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی وہاں پر موجود لوگوں کی اخلاقیات اور ان کی عادات واطوار پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں۔ انہوں نے جہاز کی زندگی کی مکمل روداد اپنے سفر نامے کا حصہ بنائی ہے۔ وہ کیونکہ انگریزوں کا طرزِ معاشرت دیکھنے انگلینڈ جا رہے تھے۔ اس لیے جہاز پر بھی انگریز ان کے مشاہدے کا مرکزی حصہ رہے۔ اُن کے مزاج اور اخلاقیات کو انہوں نے وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

> "تمام انگریز اور میمیں جو جہاز میں ہیں کسی سے بھی ہماری سابق کی واقفیت نہیں۔ ہماری طرف کا کوئی انگریز جہاز میں نہیں ہے اور اس سبب سے میں نہیں جان سکتا کہ جب یہ صاحب لوگ ہندوستان میں تھے تو ان کا مزاج اور اخلاق کیسا تھا مگر جہاز میں سب کا مزاج نہایت اچھا اور بااخلاق ہے۔ اکثر انگریز نہایت اخلاق و مہربانی سے پیش آتے ہیں۔ صبح کو اگر ہم کو خیال نہیں ہوتا تو خود پہلے گڈ مارننگ کہتے ہیں۔"(10)

سر سید احمد خان نے جہاز میں موجود مختلف مسافروں کا تفصیل کے ساتھ حال بیان کیا ہے جن کے ساتھ اُن کی ملاقات ہوئی۔ بعض کے ساتھ انہوں نے گفتگو کی، اُس گفتگو کو بھی یہاں نقل کیا ہے۔ اُن کے مذہبی خیالات کو بھی قلمبند کیا ہے۔ اس طرح وہ لوگوں سے گفتگو کے ذریعے اُن کی نفسیات اور معاشرتی طور طریقوں کو قارئین پر واضح کرنا چاہتے تھے۔ جہاز جب عدن کی بندرگاہ پر رکا تو وہاں کے مکمل حالات اور وہاں کے لوگوں کے طور اطوار کو بیان کیا ہے۔ اسی طرح مصر کے لوگوں کی ذہنیت، اُن کے معاشرتی آداب اور ان کی تہذیب و ثقافت کو بھی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وہ ان ملکوں کا یورپ کے ساتھ اور پھر اپنے وطن کے ساتھ موازنہ بھی کرتے جاتے ہیں اور اپنی رائے بھی دیتے جاتے ہیں۔ مثلاً انہوں نے انگریزوں کی صفائی کے انداز کی تعریف کی ہے اور یہ کہا ہے کہ صفائی اور خوبصورتی یورپ کے لوگ ماں کے پیٹ سے لے کر آتے ہیں جبکہ ایشائی ملکوں کے لوگوں کی طبیعت میں نفاست ہوتی ہے۔ مصر کے لوگوں کے بارے میں صفائی کے حوالے سے ان کی رائے اچھی نہیں۔

> "دوسری بات قابل افسوس کے یہ تھی کہ تمام کارخانہ بہ نسبت انگریزی کارخانے کے نہایت میلا کچیلا تھا، ریل کی سڑک اور اسٹیشنوں میں مطلق صفائی نہ تھی، لالٹین ایسی میلی تھیں کہ شاید مہینوں میں صاف ہوتی ہوں گی، انجن میں پانی دینے کے آہنی ستون نہایت عمدہ اور خوبصورت بیل مرغولہ دار بنے ہوئے تھے مگر ان پر اُنگل اُنگل بھر موٹی کائی اور خاک مٹی جمی ہوئی تھی۔"(11)

سر سید احمد خان نے لندن پہنچ کر وہاں کے تعلیمی نظام کا بغور جائزہ لیا اور اس کی روشنی میں ہندوستان کے لیے مختلف تجاویز دیں تاکہ وہاں پر بھی تعلیمی ترقی مکمل ہو سکے۔ اسی طرح انگریزوں کے طور طریقے اور طرزِ معاشرت کو جانچا اور اپنے مشاہدات کی روشنی میں اہلِ وطن کے لیے مشورے شامل کیے۔ خاص طور پر وہ وہاں کی اخلاقیات اور مذہبی معمولات کو بیان کرتے ہیں اور ساتھ ہی اپنا نقطہ نظر بیان کرتے ہیں۔ اس حوالے سے اُن پر کافی اعتراضات بھی ہوئے اور ان پر فتوے لگائے گئے جن کی وہ سفر نامے میں وضاحت کرتے ہیں۔ انہوں نے برطانیہ کے سفر کے دوران میں لوگوں کے آدابِ معاشرت اور طرزِ زندگی کو جس طرح دیکھا اپنے سفر نامے کے قارئین کے لیے لکھ دیا۔

"یہاں کے امیروں اور متمول لوگوں کا یہ دستور ہے کہ اپنی سکونت کے لیے ایک مکان مفصل میں یا جنگل میں کسی عمدہ جگہ پر بناتے ہیں اور طرح طرح پر آراستہ رکھتے ہیں اور اس میں رہتے ہیں۔"(12)

مولانا محمد حسین آزاد نے 1855 میں ایران کا سفر کیا۔ اس سفر کی روداد سفر نامہ "سیرِ ایران" میں درج ہے۔ یہ اُن کے ایک روزنامچہ اور ایک لیکچر پر مشتمل ہے۔ وہ سفر کے دوران میں اپنی یاداشتیں روزنامچہ کی صورت میں لکھتے رہے۔ لیکن انہیں مرتب کر کے شائع کرانے کا موقع نہ ملا۔ ایران کے سفر کا مقصد علمی و تحقیقی مواد اکٹھا کرنا تھا۔ سیاحتِ ایران سے واپسی پر انہوں نے "سخندانِ فارس" کو ترتیب دیا۔ اسی طرح "قندِ پارسی" مرتب کی۔

انہوں نے انجمن ہال میں 24 جولائی 1886 کو لیکچر دیا جس میں سفر کی تفصیلات بیان کیں۔ چنانچہ اُن کا یہ لیکچر اور روزنامچہ جو مختلف کاغذوں کی صورت میں بکھرا ہوا تھا، اُس کو یکجا کر کے سفر نامے کی صورت دی گئی۔ ایک نامکمل صورت میں بھی یہ ایک گراں بہا سرمایہ ہے جو اُردو کے ایک عظیم انشاپرداز کے قلم سے نکلا ہے۔

مولانا ایران کے مختلف شہروں میں پہنچے۔ ابتدا میں بوشہر اور شیراز کا ذکر کرتے ہیں۔ وہاں کے لوگوں کے اندازِ زندگی پر روشنی ڈالتے ہیں۔ وہاں وہ یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی بڑی روانی اور فصاحت کے ساتھ فارسی زبان بول رہے ہیں۔ وہاں کے تعلیمی نظام کو سراہتے ہیں کہ ہمارے ہاں کی طرح وہاں ایک ایک لفظ نہیں پڑھا جاتا بلکہ استاد سامنے کتاب رکھ کر بیٹھ جاتا ہے اور اسباق کی وضاحت کرتا جاتا ہے اور بچے سنتے جاتے ہیں۔ وہاں کی مہمان نوازی کا ذکر کرتے ہیں کہ کس طرح وہاں کے لوگوں نے مولانا کا پرجوش استقبال کیا اور ان کی بھرپور انداز میں میزبانی کی۔ اس حوالے سے وہ ایران کے روایتی کھانوں کو بھی بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے سفر کا مقصد علمی تھا اور مختلف حوالے سے وہ تحقیقی مواد اکٹھا کرنے گئے تھے۔ اس لیے ایران کے کتب خانوں اور علمی حلقوں کو وہ ضرور دیکھتے ہیں اور اُن کی تفصیل سفر نامے میں درج کی ہے۔

مولانا محمد حسین آزاد نے ایران کے لوگوں کے طرزِ زندگی کا بغور مطالعہ کیا اور اس کے بارے میں تفصیلاً سفر نامے میں لکھا۔

"یہ اہلِ ایران میں عام دستور ہے کہ ہر اشراف سفید پوش کے مکان کے ساتھ ایک مردانہ مکان ہوتا ہے۔ وہ حرم سرا سے زیادہ آراستہ ہوتا ہے اور ضروریات کے سامان موجود ہوتے ہیں۔ اکثر ہوتا ہے کہ موافق طبع دوست صبح ملاقات کو آیا۔ ظہر کی نماز پڑھ کر رخصت ہوا یا رات کو رہا۔ صبح ناشتا کر کے رخصت ہوا۔"(13)

ایران کے شہر شیراز گئے تو وہاں کے لوگوں کے رہن سہن کا مشاہدہ کیا۔ اُن کے طرزِ زندگی، رہائش، اخلاقیات، آدابِ معاشرت، چال چلن اور لباس کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ خاص طور پر اس بات پر روشنی ڈالی ہے کہ وہ کس قسم کا روایتی لباس پہنتے ہیں اور جدید یورپی تہذیب کی اس حوالے سے یہاں جھلک نظر نہیں آتی۔

"شیراز کے لوگ اب تک لباس و اوضاع میں اپنے بزرگوں کی تصویر ہیں۔ علما اور ثقہ لوگ عمامہ بندھتے ہیں، عبا پہنتے ہیں۔۔۔ خاندانی ترک کلاہ پوست برہ کی پہنتے ہیں۔ طہران کے اوضاع جدید ابھی تک وہاں لذیذ نہیں ہوئے۔"(14)

مولانا کے دل میں ایران کو جی بھر کر دیکھنے کا شوق تھا اسی لیے وہ کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ دوستوں کے روکنے کے باوجود کہ جاڑے کا موسم ہے اصفہان نہ جائیں، وہ وہاں پہنچے۔ انہوں نے وہاں جو کچھ دیکھا اپنے سفر نامے میں نقل کر دیا۔ جب وہ اصفہان پہنچے تو سرا میں ٹھہرے۔ وہاں کی سراؤں کا مشاہدہ اپنے سفر نامے میں بیان کیا کہ اُن کی پختگی، خوبصورتی اور وسعت بڑے بڑے قلعوں کو ٹکر مارتی ہے۔ وہاں پر خشک و تر میوہ جات کی کثرت ہے اور نہایت سستے داموں دستیاب ہیں۔ چھوٹے چھوٹے دیہاتوں میں بھی علما و مجتہد موجود ہوتے ہیں۔ یہ علم کی دوستی مولانا نے پورے ایران میں دیکھی اور اس کو بہت زیادہ سراہا ہے۔ وہاں پر مولانا کو کسی قسم کی تنگی کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ کھانے پینے کے معاملے میں لوگوں نے بے حد خدمت کی اور یہ خدمت وہ اپنا مذہبی فریضہ سمجھ کر کرتے تھے۔ طہران کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ علوم و فنون، تہذیب اور دولت و اقبال کے حوالے سے حقیقی طور پر ایران کا دار الخلافہ ہے۔ چنانچہ مولانا نے وہاں کے علوم و فنون، وہاں کا عدالتی نظام، وہاں کا تعلیمی نظام، ذرائع رسل

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

ورسائل، طرزِ تعمیر، کتب خانے، مجلسوں کا رنگ سب کچھ بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وہ خود ایک علمی وادبی شخصیت تھے اسی لیے شعر وادب کے بارے میں بھی ضرور تفصیل فراہم کرتے ہیں۔

"طہران بلکہ تمام ایران میں کوئی شاعر بالاستقلال نہیں جو اس فن کا نشان گاڑ کر بیٹھا ہو۔ اور یہ سند ہے اس امر کی کہ جس قدر تہذیب بڑھتی ہے، شاعری گھٹتی ہے۔ لسان الملک (مصنف ناسخ التواریخ) کے بیٹے قصیدہ خوب کہتے ہیں۔ اصول و فروع سے باخبر، عربی و فارسی کے لوازمات سے آگاہ، طبیعت موزوں و مناسب اور کلام نہایت زبردست ہے۔ مگر برسوں میں جب دل چاہتا ہے کوئی قصیدہ لکھ لیتے ہیں۔"(15)

مولانا شبلی نعمانی کا سفر نامہ "سفر نامہ روم و مصر و شام" ہے جس کے سرِ ورق پر یہ بات درج ہے کہ:

"جس کو مولانا شبلی نعمانی پروفیسر عربی لٹریچر مدرستہ العلوم علی گڑھ نے روم، مصر و شام کے سفر سے واپس آکر ترکوں کی تمدنی حالت اور حسنِ معاشرت سے عوام الناس کو آگاہ کرنے کے لیے مرتب کیا۔"(16)

مولانا شبلی نعمانی نے اس سفر نامے میں اپنے سفر کے حالات وواقعات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اُن کو سفر کے دوران میں مختلف دلچسپ واقعات پیش آئے جن کو انہوں نے سفر نامے میں شامل کیا ہے۔ شہروں کی اجمالی حالت، اُن کے قابل دید مقامات، سررشتہ تعلیم، دارالعلوم اور مدارس، بورڈنگ اور طلبہ کی تربیت، تعلیم نسواں، مصنفین و تصنیفات، کتب خانے، اخبارات اور رسالے، مشہور پاشاؤں اور اربابِ کمال کی ملاقات، ترکوں اور عربوں کے اخلاق وعادات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ اربابِ کمال کے ساتھ ملاقاتوں، ترکوں اور عربوں کے آدابِ معاشرت اور اخلاق وعادات کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔ بحری جہاز کے سفر کے دوران میں وہ مختلف بندرگاہوں پر رکے اور وہاں کے اندازِ معاشرت اور طرزِ زندگی کو بیان کیا۔ عدن کی بندرگاہ پر رکے تو وہاں دولت کے حصول کے لیے اوچھی حرکتوں کو دیکھ کر اُن کی حالت متغیر ہو گئی۔

"جہاز والوں سے انعام لینے کے لیے عجیب عجیب مسلسل حرکتیں کرتے ہیں۔ کچھ ناچتے ہیں گاتے ہیں، کچھ آپس میں مل کر چند بے معنی الفاظ کہتے ہیں اور بغلیں بجاتے ہیں۔ بڑا کمال یہ ہے کہ یہ لوگ دونی چونی پیسے جو کچھ انعام دینا چاہتے ہیں، سمندر میں پھینک دیتے ہیں اور وہ غوطے مار کر نکال لاتے ہیں۔ اکثر انگریز تماشے میں مشغول تھے۔۔۔ وہ انعام لینے کے لیے ایسی مبتذل و ناموزوں اور حقیر حرکات کرتے تھے کہ کسی طرح طبیعت کو گوارا نہیں ہو سکتا۔ عبرت ہوتی تھی۔ عرب کی یہ حالت ہے کہ غیروں کے سامنے اس قسم کی حرکات۔ ان کو شرم نہیں آتی۔"(17)

ان ممالک میں جا کر مولانا نے وہاں کے عجائب خانے دیکھے اور ان کے ذریعے اُن کی قدیم تاریخ میں جھانکا۔ ان کے تاریخی نوادرات کا وہ مفصل طور پر ذکر کرتے ہیں۔ تاریخی حالات پر روشنی ڈالتے ہیں اور ان اقوام کی قدیم تہذیب و معاشرت کا سراغ لگاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی سیر گاہوں کے حالات بیان کرتے ہیں۔ ان سیر گاہوں میں مقامی لوگوں کی تفریح کا سامان بھی موجود ہے اور اس کے ساتھ دور دور سے سیاح آکر بھی لطف اٹھاتے ہیں۔ ان مقامات پر قہوہ خانوں اور نغمہ وساز کی تفریحات کو خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ مختلف اسلامی تہواروں کے بارے میں بھی تفصیل دی ہے جس سے یہاں کی اسلامی تہذیب و ثقافت کے رنگ نمایاں ہوتے ہیں۔ خصوصاً محرم کی تقریبات کو زیرِ بحث لاتے ہیں۔ قسطنطنیہ میں سلاطق یعنی سلام کے موقع کو دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے۔

"سلطان عام طور پر قصرِ شاہی سے کبھی باہر نہیں نکلتے۔ صرف نمازِ جمعہ پڑھنے کے لیے جامع مسجد میں تشریف لاتے ہیں اور وہیں نماز کے بعد یہ رسم ادا ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت شان و شوکت اور عظمت و جلال ظاہر ہوتا ہے۔ زبان یا قلم کے ذریعہ سے اس کی تصویر کھینچنی سخت مشکل ہے۔"(18)

"دہلی اور اس کے اطراف" مولانا حکیم سید عبدالحئی کا سفر نامہ ہے۔ حکیم صاحب نے 1894 میں دہلی اور دیگر علاقوں کا سفر کیا۔ جن علاقوں میں وہ گئے ان میں دہلی، پانی پت، سرہند، دیوبند، سہارن پور، انبہٹہ، گنگوہ، نگینہ، بجنور، دارانگر شامل ہیں۔ اپنے سفر کے دوران میں انہوں نے ان علاقوں کا بغور مشاہدہ کیا اور اُن کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کیں۔ وہ مختلف علمی ودینی شخصیات سے ملے اور ان شخصیات کے بارے میں معلومات فراہم کیں۔ وہ دلی کی تاریخی عمارتوں اور آثارِ قدیمہ میں گئے اور ان کی تفصیل

اپنے سفر نامے میں دی۔اس سفر نامے میں ہندوستان کے اہم علاقوں اور خاص طور پر دلی کے بارے میں بھرپور معلومات ملتی ہیں اور خاص طور پر یہاں کی تہذیب و معاشرت کا ذکر کیا ہے۔اس سفر نامے میں وہ مختلف دینی وعلمی شخصیات سے ملاقاتوں کا ذکر کرتے ہیں۔اُن کے درس وتدریس کے طریقے کو بیان کرتے ہیں۔مختلف کتب خانوں کا ذکر کرتے ہیں۔اسی طرح مختلف مزاروں پر حاضری دی،اُس کی مکمل تفصیل بیان کی ہے۔تاریخی عمارات کے بیان میں وہ وہاں پر رہنے والے امرا و وزرا اور بادشاہوں کے رہن سہن کے انداز پر روشنی ڈالی ہے۔

"سبحان اللہ، یہ وہ مکانات ہیں جن میں ہر کس و ناکس کے پہنچنے کی مجال نہ تھی۔وہی تخت جس کے سامنے دربارِ اکبری و جہانگیری میں سجدہ کرتے تھے اور دربارِ شاہ جہانی وعالمگیری میں اُس کے پائے کو بوسہ دینے کو فخر سمجھتے تھے،آج ادنی ادنی گورا جوتا پہنے ہوئے اس کو روندتا ہے۔"(19)

انیسویں صدی کئی اصناف کے آغاز کی صدی ہے۔اُردو سفر نامے نے بھی اسی صدی میں اُردو ادب میں پاؤں جمائے۔اس صدی کے اختتام تک بہت زیادہ سفر نامے لکھے جا چکے تھے۔یہ سفر نامے خاص طور پر اپنی معلوماتی حیثیت کے حوالے سے بے حد اہم ہیں۔ان سفر ناموں میں دلچسپی کے عناصر بھی موجود ہیں۔خاص طور پر تحیر کے عنصر کی کثرت ہے۔ہندوستان سے یورپ اور دیگر ممالک جانے والے سیاح نئی دنیا کو دیکھ کر حیران رہ جاتے۔انہوں نے اپنی حیرت کو اپنے سفر نامے کا حصہ بنا کر قارئین کی دلچسپی کو اپنی جانب کھینچا ہے۔اسی طرح یہ صدی سفر نامے کے حوالے سے کافی اہمیت کی حامل ہے اور آنے والے دور کے لیے اُردو سفر نامے کو بہترین بنیاد فراہم کرنے میں کردار ادا کرتی ہے۔

حوالہ جات

(1)یوسف خان کمبل پوش،لاہور،مکہ بکس،عجائباتِ فرنگ،1983،ص228
(2)ایضاً،ص100
(3) ایضاً ،ص104
(4) ایضاً ،ص104
(5) ایضاً ،ص112
(6) ایضاً ،ص125
(7) ایضاً ،ص159
(8)محمد اسماعیل پانی پتی ،مسافرانِ لندن(مصنفہ: سرسید احمد خان)،لاہور، مجلس ترقی ادب،1961،ص4
(9)سرسید احمد خان،مسافرانِ لندن،ایضاً ،ص49
(10) ایضاً ،ص60
(11) ایضاً ،ص111
(12) ایضاً ،ص177
(13)محمد حسین آزاد،مولانا،سیرِ ایران،لاہور،کریمی پریس،س ن،ص17
(14) ایضاً ،ص18
(15) ایضاً ،ص35
(16) شبلی نعمانی،مولانا،سفر نامہ روم ومصر وشام،دہلی،مہتاب پریس،1927،سرورق
(17) ایضاً ،ص9
(18) ایضاً ،ص66
(19)عبدالحئی،مولانا حکیم سید،دہلی اور اس کے اطراف،دہلی،اُردو اکادمی،1988،ص46